72

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی سعادت حاصل کرو

حضرت مولوی عبدالستار صاحب افغان کا ذکرِ خیر

(فرمودہ ۲۸- اکتوبر ۱۹۳۲ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی ہدایت ہمیشہ اس قوم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے جو شرک سے مجتنب اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور جس کا توکّل کلّی طور پر خدا تعالیٰ کی ذات پر ہو۔ اسی کی طرف سورہ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[1] کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ پہلے رکھا گیا ہے اور بتایا کہ کامل عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی بجالانی چاہئے اور پھر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے یہ بتایا کہ کامل توکل بھی اسی کی ذات پر ہونا چاہئے۔ ان دونوں باتوں یعنی کامل عبادت اور کامل توکّل کے نتیجہ کے طور پر فرمایا مومن کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[2] یعنی جب میں اس طرح تیری عبادت کرتا ہوں جو توحید پر قائم ہونے کا مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے اور جب میں تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں جو توکّل کا مقام ہے تو اب میرا حق ہے کہ میں تجھ سے درخواست کروں کہ مجھے وہ راستہ دکھا جو انعام والوں کا ہے اور جس پر چل کر تیرے حضور پہلے لوگ انعام حاصل کر چکے۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کسی جماعت میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا مادہ باقی رہے، اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ خدا سے یہ بھی کہتی رہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اور پھر اس دعا کے نتیجہ

میں خدا تعالیٰ اس میں ایسے لوگ بھی پیدا کرتا رہتا ہے جو ان انعامات کے جاذب ہوتے ہیں۔ یہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والے لوگ کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو اس زمانہ میں ایسا کھولا ہے کہ ہماری جماعت کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ سورۃ نساء میں بتایا گیا ہے کہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مراد امت محمدیہ کے ایسے افراد ہیں جو رسول کریم ﷺ کی کامل متابعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے نبوت، صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت کے مقام پر پہنچیں یا جیسا کہ قرآن مجید کی بعض اور آیات سے ثابت ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا کلام نصیب ہو اور جو وحی اور کشوف کی نعمت سے متمتع ہوں۔ غرض جب تک کسی قوم میں وحی، الہام اور کشوف کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہ دلیل ہوتی ہے اس بات کی کہ وہ قوم اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر عمل کر رہی ہے۔ اور جب کسی قوم سے سلسلہ وحی و الہامات اور کشوف بند ہو جائے تو یہ دلیل ہوتی ہے اس بات کی کہ اس قوم سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہنے اور اس پر عمل کرنے والے مٹ گئے۔ پس جب کوئی قوم یہ کہتی ہے کہ ہم میں سے کسی کو الہام نہیں ہو سکتا یا ہوا کرتا تھا مگر اب نہیں ہو سکتا تو اس کی ایک ہی وجہ ہو گی اور وہ یہ کہ اس کے دلوں سے توحید مٹ چکی، عبادت مٹ چکی اور توکّل بھی جاتا رہا کیونکہ توحید کے ساتھ اگر عبادت اور استعانت ہو تو اس کا لازمی نتیجہ الہام ہوتا ہے اور جب کوئی شخص کامل توحید پر قائم ہو گا اور کامل عبادت بھی بجالائے گا تو یقیناً وہ وحی اور الہام کا بھی مورد ہو جائے گا۔

اس زمانہ میں یہ نعمت بہت کچھ مٹ گئی تھی اور قریباً قریباً اس کا نام و نشان تک جاتا رہا تھا یہاں تک کہ مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا تھا کہ وحی اور الہام کا دروازہ بند ہو چکا اور اگر بعض ان میں سے کھلا مانتے بھی تھے تو اس طرح کہ اس کا ماننا نہ ماننا برابر تھا۔ جیسے نیچریوں کا عقیدہ ہے کہ دل کے خیال کا نام ہی الہام ہے۔ خواب چونکہ سچے کے علاوہ جھوٹے بھی اکثر لوگوں کو آتے ہیں اس لئے خوابوں پر لوگوں کا یقین قائم ہے۔ مگر الہامات کا وہ اس لئے انکار کر چکے کہ جھوٹا الہام ذرا کم ہوتا ہے کیونکہ جس دماغی کیفیت کے ماتحت جھوٹا الہام ہوتا ہے وہ لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اور جب تک دماغ زیادہ خراب نہ ہو جھوٹے الہام نہیں ہوسکتے۔ مگر خوابیں تو ایسی چیز ہیں کہ ذرا زیادہ پیٹ بھر کر کوئی کھالے تو خواب آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی عام مشہور ضرب المثل ہے کہ "بلی کو چھچھڑوں کے خواب"۔ یہ نہیں کہتے کہ بلی کو چھچھڑوں کے الہام۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو جھوٹے الہام نہیں ہوتے۔ ایسے الہام بھی لوگوں کو ہوتے

ہیں مگر جب تک کوئی شخص پاگل نہ ہو جائے یا دماغ میں زیادہ خرابی پیدا نہ ہو اس کیفیت سے وہ ناواقف رہتا ہے۔ لیکن خوابیں ایسی عام چیز ہیں کہ ذرا کھانا زیادہ کھالیا تو مختلف نظارے دکھائی دینے شروع ہو گئے۔ تیز بخار ہو جائے تو اس میں بھی بعض نظارے نظر آجاتے ہیں۔ اور ہمارا ملک چونکہ گرم ہے اس میں سڑاند زیادہ پھیل جاتی ہے اور ملیریا وغیرہ بخاروں کے کیس زیادہ ہوتے رہتے ہیں اس لئے ان بخاروں کی وجہ سے بھی لوگوں کو اکثر خوابیں آتی رہتی ہیں۔ اس کے مطابق جب انہیں خوابیں آتی ہیں تو وہ خیال کرتے ہیں کہ اسی طرح نبیوں کو بھی خوابیں آجایا کرتی ہوں گی۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کو تو ویسے ہی خواب آتے ہیں جیسے بلی کو چھچھڑوں کے۔ لیکن انبیاء کی خوابیں ایک اور چیز ہوتی ہیں۔ مگر بہرحال اتنا وہ ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں کہ انبیاء کو خوابیں آسکتی ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے کان آوازوں سے آشنا نہیں ہوتے اور ملائکہ کی آواز تو انہوں نے کیا سنی ہے کبھی ان کے کان بھی نہیں بجتے کیونکہ اتنے مجنون وہ ہوتے نہیں کہ انہیں اس قسم کی آوازیں سنائی دینی شروع ہو جائیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ الہام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اگر انہیں بھی کوئی الہامی آواز سنائی دیتی یا جیسے بدخوابی یا بیماری کی وجہ سے اکثر خواب آتے ہیں اسی طرح اگر ایسا ہوتا کہ ذرا نزلہ ہوا اور وہ آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ تو وہ اپنی حالت پر قیاس کر کے کہتے کہ ہاں نبیوں کو بھی الہام ہوتا ہو گا۔ غرض خوابوں کی کثرت اور الہامات کی قلت کی وجہ سے لوگوں کا خوابوں پر تو ایمان رہا مگر الہام کے نزول پر سے ان کا اعتقاد جاتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب مسلمانوں میں روحانی بُعد پیدا ہوا اور ان پر ظلمت اور تاریکی چھا گئی تو وہ کہنے لگ گئے کہ اب الہام ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کہیں اپنے بزرگوں کی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے کہ الہام ہو سکتے ہیں تو وہ اس کی تاویل کر دیتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان فضل ہے کہ اس نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر نہ صرف الہام کا علم ہمیں عطا فرمایا' بلکہ الہام سے حصہ بھی دیا حصہ دینا تو بہت بڑا فضل ہے۔ میں کہتا ہوں صرف دلوں میں الہام کی امید پیدا کر دینا بھی بڑی چیز ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل دنیا کو یہی نعمت مل جاتی کہ لوگ یقین کر لیتے کہ الہام الٰہی ہو سکتا ہے اور کہ یہ دروازہ روحانی ترقی کرنے والوں کے لئے ہمیشہ کھلا ہے تو یہی بڑی بات تھی۔ لوگ کہتے کہ دنیا امید پر قائم ہے آج اگر ہم یہ نعمت حاصل نہیں کر سکے تو کیا ہوا کل حاصل کر لیں گے۔ ہم نہیں تو اور لوگ حاصل کر لیں گے اور اگر اس زمانہ کے لوگوں کو الہام الٰہی سے حصہ نہ بھی ملتا تب بھی لوگ کہتے کہ خدا نے دروازہ تو کھلا رکھا

ہوا ہے۔ ہم نہیں تو اگلی نسلیں کوشش کر کے اس میں داخل ہو سکیں گی۔ اُن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہم پر مکمل کیا۔ اور نہ صرف ہمیں اس یقین اور امید پر قائم کر دیا کہ الہام ہو سکتے ہیں بلکہ اس نے ہماری جماعت میں سے سینکڑوں آدمیوں کے دلوں پر وحی اور الہام نازل کر کے مشاہدہ بھی کرا دیا کہ یہ دروازہ کھلا ہے جن لوگوں کو اس دروازہ سے گزرنے کا موقع ملا اور جنہوں نے اس شیرینی کو چکھا وہ جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی کیفیت اس قسم کی ہو جاتی ہے کہ لوگ انہیں وہمی کہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک طالب علم جو رات دن اپنے استاد کے پاس بیٹھا رہتا ہے اور وہ جو باہر پھرتا رہتا ہے ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ پاس بیٹھنے والے طالب علم سے جب کوئی بات پوچھو تو وہ فوراً کہے گا کہ میں اپنے استاد سے پہلے پوچھ لوں لیکن اگر دوسرے طالب علم سے سوال کرو تو وہ خود بخود اپنی عقل سے جواب دیتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اس کے پاس منبع علم موجود نہیں یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے یہ وہمی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے پاس منبع علم موجود ہوتا ہے۔ اور جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو کہیں گے اچھا ہم دعا کر لیں، استخارہ کر لیں پھر کچھ بتائیں گے۔ اسی لئے انبیاء کو بھی لوگ ہمیشہ وہمی اور پاگل کہتے آئے۔ اب بظاہر کتنا فرق نظر آتا ہے کہ ایک عام شخص سے جب کوئی بات پوچھی جائے تو وہ کہہ دے کہ یقیناً یہ فائدہ مند بات ہے اور یقیناً اس کے کرنے سے یہ نتیجہ نکلے گا اور وہ نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ کہے کہ میری یہی رائے ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے سے جب پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میری رائے کیا ہو سکتی ہے میں دعا اور استخارہ کروں گا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ بتائے گا کہہ دوں گا۔ بظاہر ان دونوں کے پاس جانے والا شخص کہے گا میں پہلے کے پاس گیا تو اس نے صاف صاف مجھے اپنی یقینی رائے بتلا دی۔ لیکن جب میں دوسرے کے پاس گیا تو وہ کہنے لگا میں کسی اور سے پوچھ لوں پھر بتاؤں گا۔ وہ خیال کرے گا کہ شاید دوسرے کے پاس قوت فیصلہ کم ہے۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ حقیقی قوت فیصلہ کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ اور یہ جب چاہتا ہے اسے لگا کر علوم کے خزانے کھول لیتا ہے۔ لیکن پہلے کے پاس سوائے اٹکل پچو باتوں کے اور کچھ نہیں اسی لئے وہ اپنی عقل سے کام لیتا ہے۔ پس جسے ایک دفعہ یہ لذت حاصل ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی راہ نمائی کی جاتی ہے وہ ہر موقع پر اس خیال کے ماتحت کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ کی رضامندی کس امر میں ہے دعا اور استخارہ سے کام لیتا ہے۔ اور ایسا آدمی دعاؤں کی طرف بہت راغب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جس نے ایک دفعہ دروازہ

کھٹکھٹایا اور اس کے لئے دروازہ کھولا گیا وہ تو ہر دفعہ دروزاہ کھٹکھٹائے گا۔ لیکن وہ جس نے دروازہ تو کھٹکھٹایا لیکن اس کے لئے دروازہ کھولا نہ گیا وہ دوبارہ کھٹکھٹانے کا خیال بھی دل میں نہیں لائے گا۔ پس اس کی امید نے چونکہ مشاہدے کی صورت اختیار کرلی ہے اس لئے یہ ہر وقت امید سے بھرا رہتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ پر غیر معمولی ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ پس الہام اور وحی ایسی چیزیں ہیں جو انسانی قلب میں وثوق اور یقین پیدا کرتی ہیں۔ اور جب یہ لذت کسی انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ کسی اور لذت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور جیسا یقین اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی اور الہام پر رکھتا ہے اور کسی پر نہیں رکھتا۔ خواہ وہ اس کے دوستوں کی عقل بلکہ ان کا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو۔

ہماری جماعت کو وحی اور الہام کی نعمت اور یہ مشاہدہ کی برکت ایسی ملی ہے۔ جس کی جتنی بھی ہم لوگ قدر کریں کم ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کا ایک طبقہ ایسا ہے جو اب اس نعمت کے حصول سے بالکل غافل ہو رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو اس امر کو کافی سمجھتے ہیں کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں' وہ کافی سمجھتے ہیں کہ روزے رکھتے ہیں' وہ کافی سمجھتے ہیں کہ چندے دیتے ہیں لیکن اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ ان کی ہر معاملہ میں راہنمائی کرے اور ان سے ہمکلام ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نمونے ہماری جماعت میں اب بھی موجود ہیں۔ گو اپنی غلطی کی وجہ سے بعض لوگ اس نمونہ سے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ دراصل ہر نعمت کے ساتھ کچھ نہ کچھ گمراہی بھی لگی ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے متعلق بھی آتا ہے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا[4] یہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ کے آخری شرعی کلام کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا تو زید اور بکر کے الہامات کیا چیز ہیں کہ ان سے گمراہی کا خطرہ نہ ہو۔ بے شک ان سے بھی گمراہی ہو سکتی ہے۔ لیکن جب وہ گمراہی خود اپنے نفس کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جائے تو یہ بہت زیادہ افسوسناک بات ہوتی ہے۔ دوسروں کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر وحی دوسروں میں سے کسی کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتی ہے لیکن اگر کسی کے اپنے نفس کو ہی اس سے ٹھوکر لگ جائے اور اس میں کبر پیدا ہو جائے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہو گی جسے اچھے سے اچھا کھانا دیا گیا مگر جگر یا معدہ کی خرابی کی وجہ سے وہ اور زیادہ بیمار ہو گیا۔ جب تک ایسے لوگ ہماری جماعت میں نہ ہوں جن کی دعائیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوتی ہوں اور جن پر کشف اور الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہو اس وقت تک ہماری جماعت

محفوظ نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں ہماری جماعت میں ایسے اشخاص تھے جنہیں کشوف اور الہامات ہوتے اور جو خدا تعالیٰ کی وحی کے مورد تھے۔ اب بھی ہمارے لئے اس سلسلہ کا جاری رکھنا ضروری ہے بلکہ جاری رکھنا نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ وہبی ہے کسبی نہیں اس لئے یہ کہنا چاہئے کہ اس سلسلہ کا جاری رہنا ہمارے لئے ضروری ہے الہام اور کشف کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے جس طرح خدا تعالیٰ کا کوئی فضل کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ مگر جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کو بعض نیکیاں جذب کرنے والی ہوتی ہیں اسی طرح الہام الٰہی کو بھی بعض نیکیاں جذب کرنے والی ہیں۔ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہیں اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنا الہام الٰہی کو جذب کرتا ہے۔ خالص عبودیت جس میں شرک نہ ہو اور خالص توکّل یہ چیزیں ہیں جو الہام سے آشنا کر دیتی ہیں اس درجہ کے وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے فائدہ اٹھایا میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک ایک کر کے فوت ہو رہے ہیں لیکن مجھے انکے قائم مقام نظر نہیں آتے۔ ہو سکتا ہے ایسے لوگوں کے قائم مقام پیدا ہو رہے ہوں اور مجھے ان کا علم نہ ہو لیکن جہاں تک میرا علم ہے اور میرا علم سلسلہ کے تمام طبقات تک وسیع ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اب ایسے لوگ ہماری جماعت میں پیدا نہیں ہو رہے۔

سچی وحی کی علامت یہ ہے کہ وہ انسانی نفس کو بالکل مار دیتی ہے اور ایسا شخص کبر اور خیلاء سے بالکل بچ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں نہیں بولتا بلکہ خدا بول رہا ہے۔ پھر ایسا شخص خدا تعالیٰ کا کامل عاشق ہوتا ہے۔ اس کا نفس اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر گداز ہوتا ہے کہ اس کی انانیت بالکل جاتی رہتی ہے۔ بالکل ممکن ہے ایسے لوگ ہماری جماعت میں اب بھی پیدا ہو رہے ہوں لیکن چونکہ میرا تعلق تمام جماعت سے ہے اور میں جانتا ہوں کہ جماعت کس رنگ میں ترقی کر رہی ہے اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کو اس طرف بہت ہی کم توجہ ہے حتیٰ کہ ہمارے علماء کے دل میں بھی تڑپ موجود نہیں۔ وہ بحث مباحثہ کرنے، لڑنے جھگڑنے، باتیں کرنے اور جوابات دینے میں بہت مشاق ہوں گے مگر تضرّع، انکساری، تبتّل، عاجزی خشیت اور محبت الٰہی ان میں نظر نہیں آتی اور یہ بہت بڑی کمی ہے جس کو پورا کرنے کی طرف انہیں توجہ کرنی چاہئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایمان کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ اگر مومن بندے کو آگ

میں بھی ڈال دو تب بھی وہ ایمان ترک کرنا گوارا نہ کرے [۴۰]۔ جب ادنیٰ سے ادنیٰ بشاشتِ ایمان دل میں پیدا ہو جانے پر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے اور اس قدر اس کے اندر عزم اور استقلال راسخ ہو جاتا ہے تو اعلیٰ ایمان پر جو کچھ انسانی قلب کی کیفیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے اسی قسم کے لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے تھے اور جن کی وجہ سے مجھے اس خطبہ کی تحریک ہوئی۔ مولوی عبدالستار صاحب افغان تھے جو ابھی پچھلے ہی ہفتہ فوت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غیر ملک سے لا کر اس نعمت سے متمتع کیا۔ وہ سید عبداللطیف صاحب شہید کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی سلسلہ میں داخل ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ اس قسم کا ایمان اور اخلاص عطا کیا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتا ہے۔ مجھے بچپن سے ہی جب سے وہ قادیان آئے ان سے اُنس رہا ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خاص موقعوں پر انہیں دعا کے لئے کہہ دیتے تھے جیسا کہ رسول کریم ﷺ بھی بعض دفعہ دوسروں کو دعا کے لئے کہہ دیتے اور جیسا کہ ہر مؤمن دوسرے مؤمن کو اپنے لئے دعا کی تحریک کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مأمورین میں کبر نہیں ہوتا اور وہ خدا کے استغنائے ذاتی سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دعا کے موقع پر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم مأمور ہیں اور دوسرا غیر مأمور بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سارے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور نہ معلوم اس وقت اللہ تعالیٰ کس مونہہ کی دعا قبول کرلے۔ مولوی عبدالستار صاحب کے متعلق میرا ایک تجربہ ہے جس کا میرے قلب پر آج تک اثر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ صحیح الہام پاتے تھے۔ حضرت خلیفہ المسیح الاول کے زمانہ میں جب میں نے دیکھا کہ جماعت میں تبلیغ کا پہلو نہایت کمزور ہو رہا ہے تو اس وقت میں نے تجویز کی کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جس کا فرض ہو کہ وہ دنیا میں تبلیغ کرے۔ میں نے اس تجویز کا علم اس وقت تک کسی کو نہ دیا یہاں تک کہ اپنے گھر کے دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہ کیا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے صرف میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے اس کا ذکر کر دیا تھا۔ لیکن بالکل ممکن ہے میں نے ان سے بھی ذکر نہ کیا ہو کیونکہ مجھ پر یہی اثر ہے کہ میں نے ابھی اس تجویز کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے بعضوں کو استخارہ کے لئے اور بعضوں کو دعا کے لئے کہا۔ جنہیں مجملاً بتا دیا کہ کوئی دینی بات ہے اس کے لئے دعا کریں اس سے زیادہ میں نے کسی کے سامنے وضاحت نہ کی۔ مولوی عبدالستار صاحب افغان کو بھی میں نے لکھا کہ میرے دل میں ایک مقصد ہے آپ اس کے لئے دعا کریں اور اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے کچھ معلوم ہو تو اس سے مجھے مطلع کریں۔ دو تین دن کے بعد انہوں نے مجھے جواب دیا اگرچہ میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا کہ میرے دل میں کیا مقصد ہے آیا وہ میرا ذاتی کام ہے یا دینی اور اگر دینی ہے تو کیا ہے؟ لیکن جواب میں اول تو انہوں نے مختلف الہامات لکھے جو سارے کے سارے تبلیغ کے متعلق تھے اور پھر ایک رؤیا لکھی کہ ایک میدان میں تمام لوگ کھڑے ہیں اور میں انہیں کہتا ہوں کہ دنیا میں تبلیغ کرو۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں ہیں۔ پھر لکھا آپ نے یہ کہنے کے بعد مفتی صاحب کو کسی پہاڑی سرد علاقہ میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔ گویا جو تبلیغ کا نقشہ میرے ذہن میں تھا وہ خدا تعالیٰ نے ان کو سارے کا سارا بتا دیا۔ پھر جزئیات بھی بتا دیں جو اب تک پوری ہو رہی ہیں۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو عرصہ تک باہر تبلیغ کے لئے میں نے بھیج دیا اور اب بھی پہاڑوں پر انہیں مختلف کاموں کے لئے بھیجنا پڑتا ہے۔ بعض اور امور میں بھی میرا ان کے متعلق تجربہ ہے مگر اس واقعہ کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ اس زمانہ میں مجھے تبلیغ کی کمی کا اس قدر احساس تھا اور میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ وہ دیوانگی کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔ یہ رؤیا میرے لئے بہت امید افزا ثابت ہوئی۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے لئے راستے کھول دیئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مولوی صاحب کا بہت بڑا درجہ تھا۔ ان کی وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے کی بات ہے میں نے ڈلہوزی میں ایک رؤیا دیکھا کہ کوئی شخص نہایت گھبرائے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے دوڑو دوڑو قادیان میں ایک ایسا شخص فوت ہوا ہے جس کے فوت ہونے سے آسمان اور زمین ہل گئے ہیں۔ جب میری نظر اٹھی تو میں نے دیکھا واقعی آسمان ہل رہا ہے اور مکان بھی ہل رہے ہیں۔ گویا ایک زلزلہ آیا ہے۔ میرے قلب پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ میں گھبرا کر پوچھتا ہوں کہ کون فوت ہوا ہے تو کوئی شخص تسلی دینے کے لئے کہتا ہے۔ ہندوؤں میں سے کوئی فوت ہوا ہو گا۔ میں نے کہا ہندوؤں میں سے کسی کے فوت ہونے کے ساتھ آسمان اور زمین کے ہلنے کا کیا تعلق۔ وہ کہنے لگا ہندوؤں کا زمین و آسمان ہل گیا ہو گا۔ اس وقت جیسے کوئی شخص تسلی حاصل کرنے کے لئے ایسے الفاظ پر مطمئن ہونا چاہتا ہے' میں بھی مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔ مگر پھر گھبراہٹ میں کہتا ہوں چلو دیکھیں تو سہی۔ اسی گھبراہٹ میں تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا کے سات آٹھ دن کے بعد تار پہنچا کہ حضرت اماں جان سخت بیمار ہیں۔ اس وقت تار کے پہنچنے پر میں نے بعض دوستوں کو جن میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور غالباً مولوی شیر علی صاحب بھی تھے بتایا کہ میں نے اس طرح رویا دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ ہے شاید اس سے مراد حضرت اماں جان ہی ہوں۔ میں

فوراً روانہ ہو گیا۔ لیکن میرے آنے تک بہت حد تک انہیں صحت ہو گئی تھی۔ پھر جلدی ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں کامل صحت ہو گئی۔ اس کے چند ہی دنوں بعد مولوی عبدالستار صاحب بیمار ہو گئے اور مجھے ان کی بیماری کی اطلاع پہنچی۔ گو میں اس عرصہ میں ان کی صحت کے لئے دعائیں ضرور کرتا تھا مگر دل میں خدشہ تھا کہ اس خواب سے مراد انہیں کی وفات نہ ہو اور اب جبکہ وہ فوت ہو چکے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ رؤیا انہیں کے متعلق تھی جو پوری ہو گئی۔

جب کوئی شخص ایسا فوت ہوتا ہے جو مقبول الٰہی ہو تو اس کی وفات کا زمین و آسمان پر اثر ضرور پڑتا ہے۔ حدیثوں میں بھی اس قسم کا مضمون آتا ہے کہ جب مومن بندے کی جان نکلنے کا وقت آتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کو بہت تردّد ہوتا ہے۔ تردّد اور پھر اللہ تعالیٰ کا تردّد' یقیناً زمین و آسمان کو ہلا دینے والا ہوتا ہے۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ بعضوں کے لئے الہام ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جو الہام کو اپنی شُہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح انہیں ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ مگر مولوی عبدالستار صاحب کو کثرت سے الہامات ہوتے تھے۔ باوجود اس کے کہ انہوں نے کبھی الہامات کو اپنی بڑائی کا ذریعہ نہ بنایا۔ خلافت کی اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام ان کے اندر پورے طور پر پایا جاتا تھا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو سلسلہ کا جزو سمجھتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ اگرچہ وہ عبادات کی کثرت اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے منحنی اور کمزور رہتے تھے مگر جب کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا جس میں غیروں سے مقابلہ کی ضرورت پیش آئی وہ باوجود کمزوری کے جوانوں کی طرح وہاں پہنچ جاتے۔ ابھی پچھلے دنوں میری موجودگی میں سکھوں سے جب فساد ہوا تو ایک نوجوان پٹھان نے بتلایا کہ میں کمرے سے کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کیا کام ہے۔ میں نے کہا کہ سکھوں سے احمدیوں کی لڑائی ہو گئی ہے۔ آپ اس وقت بیمار اور سخت کمزور تھے یہ سنتے ہی گھبرا کر چارپائی پر ملنے لگ گئے اور کہنے لگے پھر تم یہاں کیا دیکھ رہے ہو جلدی کیوں نہیں جاتے۔ تو وہ اپنے آپ کو نظام سے بالا نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ میں نے حضرت خلیفہ اول کی ایک مثال کا ذکر کر کے بارہا بتایا ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو نمبردار سمجھ لیتے ہیں۔ میں نے ان میں ہمیشہ یہ خوبی دیکھی کہ وہ اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے۔ پٹھانوں کے لئے تو ان کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ وہ انہیں پڑھایا کرتے اور وہی لڑائی جھگڑے کے موقع پر انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے۔ غرض بغیر اس کے کہ افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی خبر گیری کے لئے ہمیں

کچھ کرنا پڑ تا وہ خود ہی ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیتے - پھر خدا نے ان کو توکّل کا مقام عطا فرمایا تھا - وہ نہایت ہی سیر چشم واقع ہوئے تھے - کبھی اتنے عرصے میں کہ وہ قادیان میں رہے مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مجھے کسی قسم کی تحریک کی ہو - اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا فرمادیا کرتا تھا کہ خود بخود ان کی ضروریات پوری ہو جاتیں - کیونکہ وہ شخص جو خدا پر توکّل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگوں کے دلوں میں خود الہام کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں - غرض اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعہ ان کی امداد بھی کرا دیتا تھا - میں نے الہام کے بارے میں جس قدر اپنی جماعت کے اشخاص دیکھے ہیں ان میں سے میں نے انہیں زیادہ ثابت قدم ' غیر متزلزل اور مضبوط دیکھا - میں نہیں کہہ سکتا کہ اور بھی ایسے لوگ جماعت میں موجود ہوں مگر جتنوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ ثابت قدم میں نے انہیں کو دیکھا ہے - الہام ہماری جماعت میں سے اور بھی بہت سے لوگوں کو ہوتے ہیں مگر بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ایک وقت آکر ٹھوکر کھا جاتے ہیں - اور پھر کئی تو ایسے بھی ملہم ہیں جو مجھے بھی دھمکیاں دینے لگ جاتے ہیں - وہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے کبھی اپنے الہامات یا کشوف بیان نہیں کئے اس لئے مجھے الہامات ہوتے ہی نہیں اور اس طرح وہ اپنے کشوف اور الہامات سنا سنا کر مجھے ڈرانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن شریف کا جو علم دیا ہے اس کے ماتحت انسانوں کی دھمکیاں مجھ پر اثر ہی نہیں کرتیں - چاہے دھمکی دینے والا ملہم کے لباس میں آئے چاہے مامور کے لباس میں ' چاہے بادشاہ کے لباس میں اور چاہے فقیر کے لباس میں - میں جانتا ہوں کہ کلام اور کلام پانے والوں کے کیا درجے اور مراتب ہوتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان درجوں کو خوب سمجھتا ہوں - اس لئے مجھ پر ہمیشہ وہی چیز اثر کرتی اور اتنا ہی اثر کرتی ہے جو اثر والی ہو اور جتنی اس میں تاثیر پائی جاتی ہو - اس سے اوپر اور نیچے مجھ پر کوئی چیز اثر نہیں ڈال سکتی - مولوی عبد الستار صاحب افغان کو میں نے دیکھا کہ انہیں کثرت سے الہامات ہوتے تھے - مگر باوجود اس کے وہ خلافت کا انتہائی ادب کرتے اور سوائے ایک دفعہ کے میرے اور ان کے درمیان کبھی غلط فہمی پیدا ہونے کا موقع نہیں آیا - وہ بھی اس طرح کہ ایک شخص نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی صاحب ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں - میں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسا نہیں کہتے ہوں گے تمہیں غلطی لگی ہوگی - چنانچہ اس کے فوراً بعد جب مولوی صاحب کو پتہ لگا تو انہوں نے میرے پاس تردید کی اور کہا کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی - پس

میں تاریخ میں جماعت کے ایک نیک اور اچھے شخص کے نمونہ کو قائم کرنے کے لئے یہ خطبہ کہہ رہا ہوں۔ حضرت خلیفہ اول کو بھی آپ کا اتنا خیال تھا کہ جن چند لوگوں کو آپ نے امام الصلوٰۃ کے طور پر مقرر کیا ہوا تھا' ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ غرض جہاں میں چاہتا ہوں کہ تاریخ میں ان مخلص اور خدا رسیدہ لوگوں کے نام رہ جائیں وہاں میں نوجوان احمدیوں اور نئے احمدی بننے والوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اسی قسم کا اخلاص اور ایمان پیدا کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین معرفت اور توکّل حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہم کلام ہو۔ اور وہ اس مقام پر کھڑے ہوں کہ ان کی وفات آسمان اور زمین کو ہلا دینے کو موجب ہو جائے۔ وہ بھی کیا انسان ہے جو دنیا میں آیا اور چند سال رہ کر یوں مرگیا جیسے مکھی مرجاتی ہے۔ ہمارے سامنے یہ مقصد ہونا چاہئے کہ جب ہماری موت کا وقت آئے تو اس وقت ہماری وفات پر خدا کو تردّد ہو اور سکرات موت میں خدا کہے کہ اگرچہ یہ میرا فعل سنت اور حکمت کے ماتحت ہے لیکن میرے بندے کی یہ وقتی تکلیف میری تکلیف اور گھبراہٹ کا موجب ہے یہ مقام جو شخص حاصل کرلیتا ہے وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیتا ہے اور یاد رکھو کہ یقین کے مقام پر وہی شخص ہوتا ہے جو کامل تعشّق کامل عبودیت اور کامل توکّل پیدا کرتا اور یہاں تک اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں گداز ہو جاتا ہے کہ خدا کہتا ہے اگر میں نے اپنے اس بندے سے کلام نہ کیا تو یہ اسی غم اور رنج و فکر میں ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ الہام کو انسان الہام کی خواہش کے ماتحت طلب نہ کرے مگر چونکہ اب وقت نہیں اس لئے میں اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔

(الفضل ۳۔ نومبر ۱۹۳۲ء)

۱۔ الفاتحۃ:۵

۲۔ الفاتحۃ:۶'۷

۳۔ البقرۃ:۲۷

۴۔ بخاری کتاب الایمان باب من کرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یلقی فی النار من الایمان